قرآنی مثالی معاشرے کے قیام میں درپیش اعتقادی مشکلات

Doctrinal Challenges in Establishing a Qur'anic Ideal Society

Hafiza Shahnaz Batool Kumaili
(Ph.D. Research Scholar & Visiting Lecturer, Islamic Learning Dept. KU)
E-mail: s.bkomeili@yahoo.com

Dr. Prof. Zahid Ali Zahidi
(Islamic Learning Dept. KU)
E-mail: drzahidi@yaho.zo.com

Abstract
It is the heartfelt desire of all Muslims that they may be successful in the Hereafter as well as in this world and that their society may become an ideal society based on the teachings of the holly Qur'an. But sometimes there are various obstacles in the way of its realization, the most important of which are obstacles in the field of thought and belief. These include polytheism and apostasy, hypocrisy, prejudice, blind imitation, heresy, extremism, and superstition. So the dream of establishing an ideal society cannot be fulfilled until the society is cleansed of such thoughts and beliefs. A comprehensive analysis is presented in the light of the verses.

Keywords: Holy Quran, Ideal Society, Belief, Shirk, Hypocrisy, Innovation.

خلاصہ

تمام مسلمانوں کی دلی آرزو ہے کہ وہ آخرت کی کامیابی کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی سعادتمند قرار پائیں اور ان کا معاشرہ قرآنی تعلیمات پر مشتمل مثالی معاشرہ بن جائے۔ لیکن بسااوقات اس کے قیام کی راہ میں مختلف رکاوٹیں حائل ہو جاتی ہیں، جن میں سے اہم ترین رکاوٹیں فکری اور اعتقادی میدان میں حائل ہونے والی رکاوٹیں ہیں۔ جن میں شرک اور ارتداد، نفاق، تعصب، اندھی تقلید، بدعت، غلو، توہم پرستی جیسے امور شامل ہیں۔ توجب تک معاشرے کو ایسے افکار اور عقائد سے پاک نہ کیا جائے اس وقت تک مثالی معاشرے کے قیام کا خواب پورا نہیں ہو سکتا۔ اس مقالے میں قرآنی مثالی معاشرے کے قیام کی راہ میں حائل اہم ترین فکری اور اعتقادی چیلنجز کا جائزہ اور ان سے مقابلے کے بارے میں قرآنی آیات کی روشنی میں جامع تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: قرآن کریم، مثالی معاشرہ، عقیدہ، شرک، نفاق، بدعت۔

تمہید

قرآن کریم کتاب ہدایت ہے اور اس میں اللہ رب العزت نے انسانوں کی سعادت اور کامیابی کے لیے جو ہدایات بیان فرمائی ہیں، ان کا تعلق صرف آخرت کی کامیابی اور سعادت سے نہیں ہے بلکہ ان پر عمل سے انسانوں کی دنیوی زندگی بھی ایک مثالی شکل اختیار کر سکتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اخروی سعادت کے لیے دنیوی سعادت مقدمہ قرار پاتی ہے لیکن اس کے عملی شکل اختیار کرنے کی راہ میں اہلِ ایمان کے سامنے مختلف رکاوٹیں پیش آسکتی ہیں جن سے مقابلے کے لیے ان رکاوٹوں کا جاننا ضروری ہے۔ انسان کی خلقت کے ساتھ ہی ابلیس اور اس کا لشکر انسان کو سعادت اور کمال کی راہ سے منحرف کرنے کے درپے رہا ہے۔ لہٰذا اسلام اور ایمان کی حفاظت اور سعادت اور کمال تک پہنچنے کی راہ میں جو رکاوٹیں اور چیلنجز ہیں، ان کا پہچاننا ضروری ہے۔ جب تک انسان یہ نہ جان لے کہ اس کے کمال اور سعادت تک پہنچنے کی راہ میں کون کون سی رکاوٹیں ہیں اس وقت تک وہ اپنی سعادت کی راہ کا صحیح تعین نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا دین کی شناخت اور اعتقادات کی مضبوطی جتنی اہم ہے، اتنی ہی اس راہ میں درپیش چیلنجز اور مشکلات کی شناخت بھی اہم ہے تاکہ سعادت تک پہنچنے کی راہ میں موجود ان رکاوٹوں کو دور کیا جاسکے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق توحید، نبوت اور معاد پر راسخ اعتقاد ضروری ہے۔ لیکن اگر ان اعتقادات میں سستی پیدا ہو جائے اور شرک و کفر، بدعات اور خرافات پرستی کا ظہور ہو جائے تو انسان کا اصل دین ہی خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ اور یوں کمال اور سعادت تک پہنچنے کا دروازہ انسان کے سامنے بند ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہیں سے مثالی معاشرے کے قیام کی راہ میں حائل رکاوٹوں اور چیلنجز کے پہچاننے کی اہمیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس مقالے میں مثالی معاشرے کے قیام کی راہ میں درپیش چند اہم ترین فکری و اعتقادی مشکلات کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

1۔ شرک اور ارتداد

اللہ تعالی کی وحدانیت اور اس کی عبودیت کا عقیدہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات کا نچوڑ اور دین کا بنیادی محور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس عقیدے کی دل و جان سے پابندی اور پاسداری انسان کو کمال کی طرف لے جانے کا اہم ترین سبب ہے۔ نیز اس عقیدے کی پختگی ہی انسانی کردار میں اصلاح کا بنیادی سبب بھی ہے۔ اور انسانی کردار کی اصلاح سے ہی مثالی معاشرے کا ظہور ممکن ہے۔ لہٰذا جب تک اس عقیدے کو درپیش خطرات اور چیلنجز سے انسان آگاہ نہ ہو، اس کے معنوی آثار کا حصول ناممکن ہے۔ ان دونوں کے بارے میں بصورت اختصار الگ الگ بحث کی جاتی ہے:

الف: شرک

انسانی ایمان کو تباہی سے دوچار کرنے والا سب سے بڑا فکری خطرہ شرک ہے۔ قرآن کریم شرک کو سب سے بڑا ظلم قرار دیتا ہے۔ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (13:31) یقینا شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے واضح اور دوٹوک انداز میں شرک کو ناقابل معافی جرم قرار دیا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا (48:4) ترجمہ: "اللہ اس بات کو یقینا معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ (کسی کو) شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے علاوہ دیگر گناہوں کو جس کے بارے میں وہ چاہے گا، معاف کردے گا اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا اس نے تو عظیم گناہ کا بہتان باندھا۔"

اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا کہ انسان پست اور معمولی موجودات کو اس بے نیاز ذات کے ساتھ شریک قرار دے۔ لہٰذا جیسا کہ ایمان تمام فضائل اور کمالات کا سرچشمہ ہے، اسی طرح شرک تمام برائیوں اور بدبختیوں کا سرچشمہ ہے۔ کیونکہ جب مشرک انسان اپنی عقل و شعور کے غیر صحیح استعمال سے پست و حقیر موجودات اور اشیاء کو اس ذات بے نیاز کا شریک قرار دیتا ہے تو یہی انسان اپنی کوتاہ فکری اور خواہشات نفسانی کی غلامی کی وجہ سے ہر طرح کے صحیح و غیر صحیح اعمال اور افعال کی انجام دہی پر بھی تیار ہو جاتا ہے۔ یعنی اعتقادی کج روی انسان کی عملی کج روی کا باعث بن جاتی ہے۔ لہٰذا شرک تمام برائیوں کا محور ہے۔ قرآن نے اسی وجہ سے اسے سب سے بڑا ظلم قرار دیا ہے کیونکہ یہ انسان کا اپنے اوپر بھی ظلم ہے کیونکہ اس کی وجہ سے گویا انسان آخرت میں بھی اپنے آپ کو عذاب الٰہی کا مستحق ٹھہراتا ہے اور انسانی معاشرے پر بھی ظلم ہے کیونکہ شرک کی وجہ سے انسانی معاشرہ ان سعادتوں سے محروم رہتا ہے جو عقیدہ توحید سے سرشار معاشرے کا حصہ ہیں۔ نیز یہ کہ شرک ذات احدیت کی شان اقدس میں بدترین گستاخی اور توہین ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں تنبیہی انداز میں انسان کو شرک سے منع فرماتا ہے کہ یہ انسان کے اعمال کی نابودی کا باعث ہے اور خود اس کی تباہی کا بھی باعث ہے۔ ارشاد ربانی ہے: وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (65:39) ترجمہ: "اور بتحقیق آپ کی طرف اور آپ سے پہلے انبیاء کی طرف یہی وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضرور حبط ہو جائے گا اور تم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔"

حبط اعمال کا مطلب شرک کی وجہ سے اعمال کی نابودی ہے کیونکہ انسانوں کے اعمال کی قبولیت کی بنیادی شرط عقیدہ توحید پر کاربند رہنا ہے کہ اس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔[1] یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر انسان کو شرک سے روکتے ہوئے حکم دیتا ہے: وَلا تَدْعُ مَعَ اللهِ إِلهاً آخَرَ لا إِلهَ إِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (88:28) ترجمہ: "اور اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہ پکارو، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے اس کی ذات کے، حکومت کا حق اسی کو ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جاؤ گے۔" لہٰذا ضروری ہے کہ اہل ایمان اپنے عقیدہ توحید کی حفاظت اور اس کی تقویت کے لیے کوشش کریں اور پوری بصیرت اور آگاہی کے ساتھ اس عقیدے کو شرک کی وجہ سے درپیش خطرات سے بچانے کی کوشش کریں تاکہ انسان کی سعادت تک پہنچنے کے مواقع فراہم ہوسکے اور عقیدہ توحید پر راسخ ایمانی مثالی معاشرے کا قیام ممکن ہوسکے۔

ب: ارتداد

قرآن کریم نے ایمان کو درپیش دیگر جس خطرے سے آگاہ فرمایا ہے، وہ ارتداد ہے۔ یعنی ایمان اور عقیدے کی کمزوری کی وجہ سے نیز دشمنانِ دین کی جانب سے پھیلائے جانے والے شبہات اور منفی سازشوں کے نتیجے میں اہلِ ایمان کا ایمان سے پھر جانا اور کفر و نفاق اور طاغوتی افکار کو قبول کرنا ارتداد ہے۔ قرآن کریم نے اس خطرے سے مومنین کو واضح الفاظ میں آگاہ فرمایا ہے۔ ارشاد ہے: يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا إِنْ تُطيعُوا الَّذينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلى أَعْقابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خاسِرينَ (149:3) ترجمہ "اے ایمان والو! اگر تم نے کافروں کی اطاعت کی تو وہ تمہیں الٹا پھیر دیں گے پھر تم بڑے خسارے میں پڑ جاؤ گے۔

اصلی خسارہ یہ ہے کہ انسان فکری، روحانی اور ایمانی سرمائے کو کھو دے۔ بہشت کو کھو کر دوزخ کو حاصل کرنا اصلی خسارہ ہے۔ اعتقامیدان میں شکست کھا کر ارتداد کی طرف جانا سب سے بڑا خسارہ ہے۔[2] قرآن کریم ارتداد کو خسارے کا باعث قرار دیتا ہے کیونکہ دنیا وآخرت میں انسان کی حقیقی سعادت کا سبب ایمان ہے۔ ایمان کو چھوڑ کر کفر وضلالت کی راہ پر چلنا انسان کو تباہی سے دوچار کر دیتا ہے۔ ایمان سے دوری کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں شقاوت اور بدبختی انسان کا مقدر بن جاتی ہے۔ قرآن کریم ایک اور آیت میں ارتداد کے خطرے کے اصل عامل کا ذکر فرماتا ہے تاکہ انسان اس کی سازشوں سے اپنے آپ کو بچاسکے۔ ارشاد ہے: إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلى أَدْبارِهِمْ مِنْ بَعْدِ ما تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَ أَمْلى لَهُمْ (25:47) ترجمہ: "بے شک جو لوگ پیٹھ پھیر کر پیچھے (کفر کی طرف) لوٹ گئے بعد اس کے کہ ان پر ہدایت واضح ہو چکی تھی، شیطان نے انہیں فریب دیا اور انہیں (دنیا میں) طویل زندگی کی امید دلائی۔"

ان کے پیچھے اصل محرک شیطان ہے جو دو حربوں سے انہیں گمراہ کرتا ہے: اچھائی اور برائی میں تمیز ختم کرکے۔ برائی کو بھی خوشنما اور لمبی لمبی آرزوں کا فریفتہ بنا کر۔ [3] لیکن اگر کوئی شخص باطنی بصیرت کے ساتھ دین مقدس اسلام کی حقانیت کی تصدیق کرے تو وہ کبھی دین سے نہیں پھرتا۔[4] پس فقط ایمان لانا کافی نہیں ہے بلکہ ایمان پر استقامت بھی ضروری ہے۔ قرآن کریم میں اللہ نے فرمایا ہے: إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ (30:41) ترجمہ: "جو کہتے ہیں: ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت قدم رہتے ہیں، ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں (اور ان سے کہتے ہیں) نہ خوف کرو نہ غم کرو اور اس جنت کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔"

اگر مومنین ایمان کی اہمیت کو سمجھ کر اس پر دل و جان سے کاربند نہ ہوں تو عین ممکن ہے کہ دین دشمن عناصر کی جانب سے کیے جانے والے اعتراضات اور شبہات اور پروپیگنڈوں کے سامنے استقامت نہ دکھا سکیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ مومنین پورے علم و آگاہی اور یقین کے ساتھ ایمان پر کاربند رہیں۔ چونکہ جو ایمان انسان کی صرف زبان کی حد تک ہو اور دل اس ایمان پر مطمئن نہ ہو تو کسی بھی لمحے اس کے زائل ہونے کا خطرہ موجود رہتا ہے۔

2۔ نفاق

قرآنی تعلیمات کے مطابق مثالی معاشرے کے قیام کی راہ کی ایک اور اہم رکاوٹ نفاق ہے۔ نفاق کا مطلب دل و زبان میں غیر ہم آہنگی ہے۔ یعنی ظاہر و باطن کا ایک نہ ہونا نفاق ہے۔ اسی طرح دین کے معاملے میں نفاق یہ ہے کہ انسان ظاہری طور پر اللہ پر ایمان کا اظہار کرے لیکن دل ایمان سے خالی ہو یا دل میں اس کا انکار ہو۔ منافقت انتہائی خطرناک بیماری ہے جو ایمان کے لیے ایک بڑا خطرہ ہے۔ نفاق اسلامی معاشرے کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ جو شخص منافقت کا شکار ہو، وہ نہ صرف اپنے ایمان کو تباہ کر دیتا ہے بلکہ پورے اسلامی معاشرے میں فتنہ برپا کرنے کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

قرآن کریم نے اسلامی معاشرے کو نفاق اور منافقین کے خطرے سے بہت سی آیات کریمہ میں آگاہ فرمایا ہے۔ تاکہ مسلمان منافقین کو پہچان کر ان کے شر سے اپنے آپ کو اور پورے اسلامی معاشرے کو بچانے کی کوشش کریں۔ نفاق ایک اہم مسئلہ ہے۔ امیر المومنین علیؑ فرماتے ہیں: النِّفَاقُ يُفْسِدُ الْاِيمَانَ [5] یعنی: "نفاق ایمان کو تباہ کر دیتا ہے۔" قرآن کریم سورہ بقرہ کے آغاز میں متقی مومنین کی صفات بیان فرمانے کے بعد منافقین کی صفات بیان فرماتا ہے کہ وہ جھوٹ بول کر اپنے آپ کو مومن کہلواتے ہیں لیکن ان کا مقصد خدا اور مومنین کو دھوکہ دینا ہوتا ہے۔ ان کے دل مریض ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی بیماری کو اور بڑھا دیتا ہے۔ وہ اصلاح کے نام پر فساد پھیلاتے ہیں۔[6]

منافقین کا ایمان ظاہری ہوتا ہے کیونکہ دین کے نام پر فوائد حاصل کرنا ان کا اصلی مقصد ہوتا ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہے: وَإِذا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ (2:206)ترجمہ: "اور پھر جب اس سے کہا جاتا ہے: خوف خدا کرو تو نخوت اسے گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے۔" کیونکہ ان کا مقصد دین کے ذریعے دنیا حاصل کرنا ہے۔ منافق خدا کو فراموش کرتے ہیں لہٰذا اللہ بھی انہیں فراموش فرمادیتا ہے؛ جس کی وجہ سے ان کے فسق و فجور میں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے: نَسُوا اللهَ فَنَسِيَهُمْ انَ الْمُنافِقِينَ هُمُ الْفاسِقُونَ (9:67) ترجمہ: "انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا ہے، بے شک منافقین ہی فاسق ہیں۔"

یاد خدا سے غفلت اور ایمان کو اہمیت نہ دینے کی وجہ سے انسان رفتہ رفتہ نفاق کی طرف بڑھ جاتا ہے جس کے بعد آخر کار مکمل طور پر صراط مستقیم سے ہٹ جاتا ہے۔ منافقت کا نقصان نہ صرف منافقت کرنے والے کو پہنچتا ہے بلکہ اس کا نقصان پورے اسلامی معاشرے کو پہنچتا ہے اور وہ پورے معاشرے کو سعادت سے محروم کر دیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم منافقین کو "سب سے بڑا دشمن"[7] قرار دیتا ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ اگرچہ ان کے دل ایمان کے نور سے خالی ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلواتے ہیں اور مسلمانوں کی صفوں میں اپنے آپ کو چھپا کر رکھتے ہیں، لہٰذا ان کو پہچاننا بہت مشکل ہوتا ہے اور یوں وہ انتہائی مکاری کے ساتھ پیٹھ پیچھے اسلام اور مسلمانوں کی پشت میں خنجر گھونپتے ہیں اور ان کے ساتھ بدترین خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں اور انہیں نقصان پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ وہ مسلمانوں کی سعادت اور کامرانی کے دشمن ہوتے ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: انَّ الْمُنافِقَ لا يَرْغَبُ فِيما قد سَعِدَ بِهِ الْمُؤْمِنُونَ[8] منافق کو مومنین کی سعادت سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم مومنین کو منافقین کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے پیغمبر اکرم ﷺ کو مورد خطاب قرار دے کر فرماتا ہے: هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قاتَلَهُمُ اللهُ انّی يُؤْفَكُونَ (63:4)ترجمہ: "یہی لوگ بڑے دشمن ہیں لہٰذا آپ ان سے محتاط رہیں، اللہ انہیں ہلاک کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے منافقین کو ان کے نفاق کی وجہ سے عذاب جہنم کا وعدہ دیا ہے: وَعَدَ اللهُ الْمُنافِقِينَ وَالْمُنافِقاتِ وَالْكُفّارَ نارَ جَهَنَّمَ خالِدِينَ فِيها هِيَ حَسْبُهُمْ وَ لَعَنَهُمُ اللهُ وَ لَهُمْ عَذابٌ مُقِيمٌ (9:68)ترجمہ: "اللہ نے منافق مردوں اور عورتوں اور کافروں سے آتش جہنم کا وعدہ کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہی ان کے لیے کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کر دی ہے اور ان کے لیے قائم رہنے والا عذاب ہے۔"

منافقت کا ایک نقصان یہ ہے کہ جس معاشرے کے افراد نفاق کی بیماری میں مبتلا ہوں تو وہ معاشرہ بدامنی اور بد انتظامی کا شکار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ انسانی معاشرہ ایک کشتی کی مانند ہے کہ اگرچہ اس کے سب سوار ہی منزل پر پہنچنے

کی آرزو رکھتے ہیں لیکن اگر وہ اندرونی اختلاف اور فساد میں مبتلا ہوں تو پوری کشتی کے ڈوبنے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح معاشرے میں نفاق بڑھ جائے تو پورا معاشرہ تباہی کی طرف جا سکتا ہے۔ لہٰذا معاشرے کو تباہی سے بچانے کے لیے نفاق سے دوری اور حقیقی ایمان کی طرف رجوع ضروری ہے۔اور حقیقی ایمان کا لازمہ یہ ہے کہ انسان ظاہر اور باطن دونوں اعتبار سے تقوی اختیار کرے اور اپنے دل میں خدا کا خوف رکھے اور ظاہر و باطن دونوں اعتبار سے خدا، دین اور تمام مسلمانوں اور اسلامی معاشرے کا خیر خواہ ہو۔ نفاق اور منافقت کے خطرے سے بچنے کے لیے مومنین پر فرض ہے کہ وہ ان کی نشانیوں کے بارے میں آگاہی حاصل کریں۔ کیونکہ اگر نفاق اور منافقت سے معاشرے کو بچانے کی تدابیر اختیار نہ کی جائیں تو معاشرہ تباہی اور نابودی کی جانب چلا جاتا ہے۔ لہٰذا مثالی معاشرے کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ نفاق جیسی بیماری کی تشخیص کے بعد اس کے علاج کی کوشش کی جائے۔

3۔ تعصب

مثالی معاشرے کی راہ میں حائل ایک اور اہم رکاوٹ تعصب ہے۔ جو انسان کے ایمان اور عقیدے کو خراب کرکے معاشرے کو سعادت اور کمال تک پہنچنے سے روکتا ہے۔ دین؛ حق پر استوار ہے اور اس کی بنیاد تمام خواہشات نفسانی اور تعصّبات سے اجتناب کرتے ہوئے اللہ رب العزت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے۔ لیکن تعصب انسان کو ایمان سے پھیر دیتا ہے۔ لہٰذا یہ انسانی سعادت کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔

اسلام انسان کو تعصب سے روکتا ہے کیونکہ کسی چیز کے بارے میں تعصب انسان کی آنکھوں کے اوپر پردہ ڈال دیتا ہے پھر وہ حق اور حقیقت کو پہچاننے کی صلاحیت کھو دیتا ہے۔ تعصب کی وجہ جہل اور نادانی ہے۔ لہٰذا متعصب انسان علم و دانائی اور منطق سے دور بھاگتا ہے جس کی وجہ سے وہ نہ صرف ایمان سے محروم رہتا ہے بلکہ اس کا تعصب معاشرے میں کشمکش اور اختلاف کا باعث بھی بنتا ہے۔ کیونکہ اگر انسان حق اور حقیقت کو معیار قرار دینے کے بجائے ذات، قوم، قبیلہ، زبان، نسل، شخصیت، مذہب اور غیر حقیقی امور کو اپنا معیار قرار دینا شروع کرے تو پھر معاشرہ بدامنی، بدانتظامی اور بے راہ روی کا شکار ہو جاتا ہے اور یوں اس معاشرے کے افراد سعادت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

قرآن کریم کی آیات کے مطالعے سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ انسانی تاریخ میں بہت سے لوگ اور بہت سی اقوام اسی تعصب کی وجہ سے حق اور حقیقت تک پہنچنے کی سعادت سے محروم رہے ہیں۔ کیونکہ تعصب کی وجہ سے گویا ان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفلوج ہو گئی تھیں اور وہ حتیٰ کہ حق بات سننے تک کو تیار نہیں ہوتے تھے۔ جیسے کہ قرآن کریم نے سورہ نوح میں اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ کس طرح قومِ نوحؑ نے اپنے نبی کی دعوتِ حق کا انکار کیا: وَ إِنِّي كُلَّما دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصابِعَهُمْ فِي آذانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِيابَهُمْ وَ أَصَرُّوا وَ

اسۡتَکۡبَرُوا اسۡتِکۡبارًا (7:71)ترجمہ: "اور میں نے جب بھی انہیں بلایا تاکہ تو ان کی مغفرت کرے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑوں سے (منہ) ڈھانک لیے اور اڑ گئے اور بڑا تکبر کیا۔"

بت پرستی کے باطل عقیدے کے ساتھ ان کا تعصب اتنا شدید تھا کہ وہ اپنے عقیدے کے برخلاف کوئی بات سننا تک گوارا نہ کرتے تھے۔ اور ایسے سخت متعصب مزاج لوگ عصر نبویؐ میں بھی موجود تھے جو اپنے تعصب کی وجہ سے ایمان سے اجتناب کرتے تھے۔ ارشاد ہے: وَلَوۡ نَزَّلۡناهُ عَلی بَعۡضِ الۡأَعۡجَمِینَ فَقَرَأَهُ عَلَیۡهِمۡ ما کانُوا بِهِ مُؤۡمِنِینَ (26: 198 - 199) ترجمہ: "اور اگر ہم اس قرآن کو کسی غیر عربی پر نازل کرتے، اور وہ اسے پڑھ کر انہیں سنا دیتا تب بھی یہ اس پر ایمان نہ لاتے۔"

اسی تعصب کی وجہ سے لوگ اللہ کے بھیجے ہوئے انبیائے کرامؑ کے خلاف تلوار چلانے تک سے گریز نہیں کرتے تھے۔ جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف قریش اور دیگر کی جانب سے لڑی جانے والی جنگوں کے اسباب میں سے ایک سبب یہی تعصب بھی تھا۔ رسول ﷺ نے فرمایا ہے: من تَعَصَّبَ أَوۡ تُعُصِّبَ لَهُ فَقَدۡ خَلَعَ رِبۡقَةَ الۡإِيمَانِ مِنۡ عُنُقِه[9] یعنی: "جو تعصب کرے یا لوگ اس کی خاطر تعصب کریں تو بتحقیق اس نے اپنی گردن سے ایمان کا قلادہ اتار پھینکا ہے۔" پس جس معاشرے کی بنیاد جاہلانہ تعصب پر استوار ہو، وہ اپنے لیے بظاہر جتنا بھی بلند ہدف قرار دے لیکن پھر بھی وہ اسے حاصل نہیں کر سکتا۔ ایسے معاشرے کا اگر کوئی بیرونی دشمن نہ بھی ہو تو پھر بھی یہی تعصب اس معاشرے کو اعلیٰ اہداف کے حصول سے روکنے کے لیے کافی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ مثالی قرآنی معاشرے کی تشکیل کے لئے سرگرم افراد معاشرے کو تعصّبات سے پاک کرنے کے لیے بھی کوششیں بروئے کار لائیں۔

4۔اندھی تقلید

خدا نے انسان کو ایمان اور عقیدے کے سمجھنے اور حق و باطل کو پہچاننے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے اور اسے قوتِ استدلال عطا فرمائی ہے۔ اس لیے دوسروں کی اندھی تقلید کو مذموم قرار دیا ہے۔ دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھانا، مکالمہ، مشاورت اور عملی سوچ کے بعد کسی راہ کا انتخاب اچھی بات ہے، لیکن بغیر سوچے سمجھے دوسروں کی اندھی تقلید نقصان دہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اندھی تقلید کے نتیجے میں گمراہی کے شکار گزشتہ اقوام کا بار بار تذکرہ فرمایا ہے تاکہ آئندہ آنے والے انسان اور امت مسلمہ اندھی تقلید سے باز رہیں۔ گزشتہ اقوام میں سے بعض کے کفر و شرک کی راہ پر چلنے کی ایک اہم دلیل یہی تھی کہ ہمارے باپ دادا اس راستے پر چلتے تھے لہٰذا ہم بھی اسی راہ پر چلیں گے۔ قرآن میں ارشاد ہے: وَکَذٰلِكَ ما أَرۡسَلۡنا مِنۡ قَبۡلِكَ فِی قَرۡیَةٍ مِنۡ نَذِیرٍ إِلَّا قالَ مُتۡرَفُوها إِنَّا وَجَدۡنا آباءَنا عَلی أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلی آثارِهِمۡ مُقۡتَدُون (23:43) ترجمہ: "اور اسی طرح ہم نے

آپ سے پہلے کسی بستی کی طرف کوئی تنبیہ کرنے والا نہیں بھیجا مگر یہ کہ وہاں کے عیش پرستوں نے کہا: ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک رسم پر پایا اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔"

لہٰذا عقائد کو خطرے میں ڈالنے اور مذہبی عقائد کی کمزوری یا تباہی کا سبب بننے والے سب سے بڑے خطرات میں سے ایک فکر کی طاقت اور استدلال کا استعمال نہ کرنا ہے۔ انسان ذہنی استعداد کو بروئے کار نہ لانے کی وجہ سے فکری جمود کا شکار ہو جاتا ہے۔ پھر ایسا انسان صحیح راہ کی تشخیص میں اپنی ذاتی فکری آزادی کو کھو کر دوسروں کا فکری غلام بن جاتا ہے؛ اگرچہ ان کے خیالات اور افکار غلط اور نامناسب ہی کیوں نہ ہوں؛ کیونکہ غلط غلط ہی رہے گا۔ ہمارے اپنے آباء واجداد یا قریبی افراد کے اسے اختیار کرنے کی وجہ سے وہ ہمارے لیے صحیح قرار نہیں پائے گا۔

سرکار ختمی مرتبت ﷺ کے زمانے میں کچھ قبائل کے لوگوں نے اسلام قبول کرنے یا نہ کرنے کے سلسلے میں اپنے فیصلوں کا معیار اپنے قبائل کے سرداروں کے فیصلوں کو قرار دیا تھا کہ اگر وہ اسلام کے سامنے سر تسلیم خم کرلیں تو وہ بھی کریں گے۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو وہ خود بھی قبول نہیں کریں گے۔ یعنی حق کے معاملے میں بھی اپنے سرداروں کی اندھی تقلید سے باز نہیں آتے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر کسی موقع پر قبیلے کا سردار اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام سے پھر جائے تو وہ بھی اس کی تقلید میں اسلام سے پھر جائیں گے۔ درحقیقت ایسے لوگوں نے اپنے عقل و شعور کے اوپر تقلید کو مقدم رکھا تھا۔[10] جیسے عبداللہ بن ابی کہ اس کے پیروکار اور قبائل کے لوگ اس کی تقلید کرتے تھے۔ جنگ احد کے دوران اس کے منفی اثرات ظاہر ہوئے، کہ عبداللہ بن ابی جب اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے جہاد سے پیچھے ہٹ گئے تو اس کے حامیوں نے بھی آنکھ بند کرکے اس کی پیروی کی۔ اور یوں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ دیا اور وہ سب جنگ میں شرکت کے بجائے لوٹ آئے۔[11]

قرآن نے بار بار اس انتہائی اہم مسئلے کی یاد دہانی کرائی ہے تاکہ انسان اپنے ہوش میں آجائے، خدا کے عطا کردہ اعلی مقام کی قدر کرے، ہمیشہ استدلال کی طاقت کا استعمال کرے اور سعادت کی راہ میں عقل کے فیصلے کو نظرانداز نہ کرے، کیونکہ جانوروں کے اوپر انسانوں کو برتری اسی قوتِ عقل و ادراک کی وجہ سے حاصل ہے۔ دوسروں کی اندھی تقلید انسانوں کی گمراہی اور تباہی کا باعث بن سکتی ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ انہوں نے خود بھی بلا وجہ غلط راہ کا انتخاب کیا ہو۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ ءَابَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ ءَابَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ (2:170) ترجمہ: "اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ احکام کی پیروی کرو تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباواجداد کو پایا ہے، خواہ ان کے آباواجداد نے نہ کچھ عقل سے کام لیا ہو اور نہ ہدایت حاصل کی ہو۔

اسی طرح ایک اور مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے عصر رسولؐ کے لوگوں کی جانب سے اسلام کی دعوت کے جواب میں اندھی تقلید کی وجہ سے اسلام قبول کرنے سے انکار کے رویے کی طرف اشارہ فرمایا ہے: وَإِذا قيلَ لَهُمْ تَعالَوْا إِلى ما أَنْزَلَ اللهُ وَ إِلَى الرَّسُولِ قالُوا حَسْبُنا ما وَجَدْنا عَلَيْهِ آباءَنا أَ وَ لَوْ كانَ آباؤُهُمْ لا يَعْلَمُونَ شَيْئاً وَ لا يَهْتَدُونَ(5:104) ترجمہ: ''اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو دستور اللہ نے نازل کیا ہے اس کی طرف اور رسول کی طرف آؤ تو وہ کہتے ہیں: ہمارے لیے وہی (دستور) کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، خواہ ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور ہدایت پر بھی نہ ہوں۔" دوسری جگہ ارشاد ہے: بَلْ قالُوا إِنَّا وَجَدْنا آباءَنا عَلى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلى آثارِهِمْ مُهْتَدُون (43:22) ترجمہ: ''(نہیں) بلکہ یہ کہتے ہیں: ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک رسم پر پایا اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔" سورہ لقمان میں اندھی تقلید کی وجہ سے ایمان سے انکار کے بارے میں ارشاد ہے: وَإِذا قيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا ما أَنْزَلَ اللهُ قالُوا بَلْ نَتَّبِعُ ما وَجَدْنا عَلَيْهِ آباءَنا أَوَ لَوْ كانَ الشَّيْطانُ يَدْعُوهُمْ إِلى عَذابِ السَّعيرِ(31:21) ترجمہ: ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے: جو اللہ نے نازل کیا ہے اس کی پیروی کرو تو وہ کہتے ہیں: ہم تو اس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، خواہ شیطان ان (کے بڑوں) کو بھڑکتی آگ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو۔"

ہر انسان کی سعادت اور بدبختی کا انحصار اس کے اپنے اعمال پر ہے اور ہر انسان اپنی تقدیر کا خود ذمہ دار ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب کو حکمت عطا کی ہے۔ دوسروں کی اندھی تقلید سے انسانی معاشرے پر برا اثر پڑتا ہے، اور یہ نسل در نسل انسان کی گمراہی کا باعث بنتی ہے۔ اور یہ یقینی طور پر ابدی نقصان اور خسارے کا باعث بھی ہے: وَ قالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ ما كُنَّا فِي أَصْحابِ السَّعِيرِ (67: 10) ترجمہ: ''اور وہ کہیں گے: اگر ہم سنتے یا عقل سے کام لیتے تو ہم جہنمیوں میں نہ ہوتے۔" یہ بات بالکل واضح ہے کہ مذموم تقلید نہ صرف اپنے آباواجداد کی سوچے سمجھے بغیر پیروی میں منحصر ہے بلکہ جدید اقوام اور نت نئے گروہوں کی بلا سوچی سمجھی تقلید بھی قابل مذمت ہے۔ لہٰذا قرآن مجید کی نصیحت نہایت اہم اور قابلِ توجہ ہے کہ ایمان کی حفاظت کے لئے، کسی بھی شخص یا گروہ کی کسی بھی طرح کی اندھی تقلید سے گریز کرنا چاہئے۔

اسی طرح اس سلسلے میں ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ کسی کی اندھی تقلید جس کی مذمت کی گئی ہے، وہ بھی صرف اس میں منحصر نہیں ہے کہ انسان کسی برے طرز تفکر میں کسی کی اندھی تقلید کرے تو صرف وہی نقصان دہ ہو بلکہ عقل و شعور کے استعمال کے بغیر کسی صحیح راہ کے انتخاب میں بھی کسی کی اندھی تقلید کی جائے تو وہ بھی بسا

اوقات نقصان دہ ہو سکتی ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ جس نے کسی کی بظاہر اچھے کام میں ہی سہی لیکن بلا تعقل تقلید کی ہو تو آگے چل کر اسی عدم تعقل کی وجہ سے وہ اس اچھے کام کو ترک کرکے پھر کسی اور کی بلا تعقل تقلید کرتے ہوئے کسی دوسری راہ کی طرف چل پڑے۔ پھر ایسے انسان کی ایسی اندھی تقلید کے نقصان کا اثر پورے معاشرے پر بھی مرتب ہوگا کیونکہ صحیح راہ پر چلنے والے دیگر افراد بھی اس جیسے کی وجہ سے تردد اور بدگمانی کا شکار ہوں گے۔ معاشرے کو ایسے شخص کا نقصان ان لوگوں سے کہیں زیادہ ہے جن کا راستہ ابتداء سے ہی حق سے ہٹا ہوا ہو لہٰذا مثالی قرآنی معاشرے کے قیام کے لیے اندھی تقلید کی عادت ترک کرکے تعقل اور تدبر اور غور و فکر کے رویے کو لوگوں میں رواج دینا ہوگا۔

5۔ بدعت اور تحریف

اسلامی معاشرے میں مومنین کے ایمان اور عقیدے کو درپیش ایک اہم خطرہ بدعت اور تحریف ہے۔ انسانی تاریخ میں اہل ایمان کے درمیان دین میں بدعتوں اور انحرافات کے ظہور کا خطرہ ہر دور میں رہا ہے۔ بدعت؛ انبیائے کرامؑ اور اولیائے الٰہی اور علمائے دین کی ہزاروں سال پر مبنی زحمتوں اور محنتوں کو ایک آن میں فنا کردیتی ہے۔ تمام ادیان ہمیشہ سے ہی بدعتوں کے ظہور کے خطرے سے دوچار رہے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ نے سورہ طٰہٰ میں بنی اسرائیل کے واقعے کو بیان فرمایا ہے کہ کیسے وہ حضرت موسیٰؑ کی غیبت کے مختصر عرصے میں گوسالہ پرستی میں مبتلا ہوگئے تھے، جس کی وجہ سے حضرت موسیٰؑ ان سے غضبناک ہوگئے۔ (85:20)

ذاتی خیالات اور آراء کی مدد سے دین میں بدعات ایجاد کرنا نہ صرف اپنی بلکہ پورے معاشرے کی گمراہی کا سبب بن جاتا ہے۔ اور اس سے دین کو ایسا نقصان پہنچ جاتا ہے جس کی تلافی برسہا برس تک اور بسا اوقات صدیوں تک نہیں ہو پاتی۔ اور یوں معاشرہ سعادت سے محروم رہ جاتا ہے۔ لہٰذا دین کا صحیح علم، بدعات اور انحرافات کے دلدل میں پڑنے سے انسان کو بچاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس اہم مسئلے کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور بدعات کی پیروی سے منع فرمایا ہے: وَ لا تَقُولُوا لِما تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هذا حَلالٌ وَ هذا حَرامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللهِ الْكَذِبَ لا يُفْلِحُونَ (116:16) ترجمہ: "اور جن چیزوں پر تمہاری زبانیں جھوٹے احکام لگاتی ہیں ان کے بارے میں نہ کہو یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے جس کا نتیجہ یہ ہو کہ تم اللہ پر جھوٹ افترا کرو، جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں، وہ یقینا فلاح نہیں پاتے۔"

کیونکہ دین کو نقصان پہنچانے اور اس سے مقابلے کا آسان ترین راستہ اس میں بدعت ایجاد کرنا ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین علیؑ نے فرمایا ہے: ما هَدَمَ الدّينَ مِثْلُ الْبِدَع [12] یعنی: "دین کو بدعت کی مانند کوئی چیز نقصان

نہیں پہنچاتی۔" اس لیے اسلام دشمن عناصر اور دین کو ذاتی مقاصد اور فائدے کے لئے استعمال کرنے والے خواہشات نفسانی کے غلام لوگ عوام کی کم علمی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دین میں بدعت اور انحراف ایجاد کرتے ہیں۔ لہٰذا تمام مسلمانوں اور خاص طور پر علماء حق پر لازم ہے کہ وہ پوری بصیرت اور آگاہی کے ساتھ معاشرے میں پیدا ہونے والی نت نئی بدعتوں کا مقابلہ کریں تاکہ دین دشمن عناصر دین کے نام پر دین کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اذا ظَهَرَتِ الْبِدَعُ فی امَّتی فَلْیُظْهِرِ الْعالِمُ عِلْمَهُ فَمَنْ لَمْ یَفْعَلْ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللهِ[13] یعنی: جب بھی میری امت میں بدعتیں ظاہر ہوں، تو عالم پر لازم ہے کہ وہ اپنے علم کا اظہار کرے، اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔" لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ایسی بات نہ کرے جس کا اسے علم نہ ہو اور نادانستگی میں دین کے اندر اپنی جانب سے کمی بیشی نہ کرے کیونکہ اس سے لوگوں کا ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے اور سارا معاشرہ تباہی کی طرف چلا جاتا ہے۔

6۔ دین میں شکوک و شبہات پیدا کرنا

انسانی زندگی کی پوری تاریخ میں حق اور باطل ہمیشہ بر سرپیکار رہا ہے، اور باطل نے حق کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع کبھی ضائع نہیں کیا ہے۔ اور باطل کے نمائندے اور شیطان کے کارندے ہمیشہ مختلف لباس میں اور مختلف طریقوں سے حق کی جڑیں کاٹنے کی کوششوں میں مصروف رہے ہیں۔ دین دشمن عناصر کا دین کو نقصان پہنچانے کا ایک حربہ دینی عقائد اور اس کی دیگر تعلیمات میں شکوک و شبہات پیدا کرنا رہا ہے۔ چنانچہ کمزور ایمان اور عقیدے کے لوگ ان کے اعتراضات اور شبہات کے سامنے اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں یا کم از کم شکوک و شبہات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا دین کی معرفت حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔ خاص طور پر عصر حاضر میں جب کہ دین دشمن عناصر مختلف جدید طریقوں سے دین کی بنیادوں کو اپنے اعتراضات اور شبہات کے ذریعے متزلزل کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں اور دین کو موجودہ دور سے غیر ہم آہنگ قرار دینے کی سعی کر رہے ہیں تو ایسے حالات میں دین کے حوالے سے علم و معرفت کے ذرائع کو بڑھا کر اپنے ایمان کی حفاظت کرنا نہایت ضروری ہے۔ امیر المومنین علیؑ کا فرمان ہے: صُنْ إِیمَانَكَ مِنَ الشَّكِّ فَإِنَّ الشَّكَّ یُفْسِدُ الْإِیمَانَ کَمَا یُفْسِدُ الْمِلْحُ الْعَسَلَ[14] یعنی: "اپنے ایمان کو شک سے بچاو کیونکہ شک ایمان کو خراب کرتا ہے، ویسے ہی جیسے نمک شہد کو خراب کرتا ہے۔"

جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ اسلام منطق اور عقلانیت کا دین ہے اور قرآن کریم انسانیت کی رہنمائی اور ہدایت کی جامع کتاب ہے۔ قرآن مجید ہمیشہ لوگوں کو استدلال اور غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اور دلیل کے ساتھ دین کے اصول اور اساس کو بیان کرتا ہے۔ اب اگر بعض مسلمانوں کو اپنے دین میں شک ہے اور وہ دشمنان اسلام کے شکوک و شبہات

سے دوچار ہیں تو یہ ان کی دینی علم میں کمزوری اور قرآن مجید کی تعلیمات اور نبی پاکؐ کی سنت سے پوری طرح واقف نہ ہونے کی علامت ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو علم، شعور اور بصیرت سے آراستہ کرے، تاکہ وہ شبہات کے مقابلہ میں متزلزل نہ ہوسکے اور شک میں گرفتار نہ ہو جائے۔ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق مومنین کو ان امور میں شریک نہیں ہونا چاہئے جس کے بارے میں انہیں کوئی علم نہیں ہے۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ (36:17) ترجمہ: "اور اس کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں ہے۔"

مومنین کو دین کے معاملے میں محتاط رہنا چاہیے اور مسلمانوں کے مابین شبہات اور اعتراضات کو ہوا دے کر دین دشمن عناصر کے آلہ کار بننے سے پرہیز کرنا چاہیے۔۔ جیسا کہ پیغمبر خداﷺ کا فرمان ہے: حَلالٌ بَيِّنٌ وَ حَرامٌ بَيِّنٌ وَ شُبُهاتٌ بَيْنَ ذلِكَ فَمَنْ تَرَكَ الشُّبُهاتِ نَجا مِنَ الْمحَرَّماتِ وَ مَنْ اخَذَ بِالشُّبُهاتِ ارْتَكَبَ الْمحَرَّماتِ وَ هَلَكَ مِنْ حَيْثُ لا يَعْلَمُ. [15] یعنی: "(چیزیں تین طرح کی ہیں:) حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور شبہات دونوں کے مابین ہے (یعنی شبہات کا نہ تو حلال ہونا واضح ہے اور نہ حرام ہونا)۔ جو شخص مشتبہ چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے محرمات سے نجات پائے گا، اور جو مشتبہ چیزوں پر عمل کرتا ہے، وہ محرمات کا مرتکب ہو جائے گا اور نادانستہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔"

لہٰذا معاشرے کو فکری بے راہ روی سے بچانے کے لیے عقل و دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ مومن شکوک و شبہات کا سامنا کرے تو شک میں نہ پڑ جائے اور اگر کسی معاملے میں مصلحت یا مفسدہ اس کے نزدیک واضح نہ ہو اور معلوم نہ ہو کہ اس میں خدا کی خوشنودی پوشیدہ ہے یا غضب؛ تو اسے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ مگر یہ کہ علم و یقین کے ذریعے وہ کسی نتیجے تک پہنچ جائے۔

7۔ کافروں اور جابروں کی سرپرستی کو قبول کرنا

اسلامی معاشرے میں ایمان اور عقیدے کو درپیش خطرات اور چیلنجز میں سے ایک کفار اور ظالموں کی ولایت اور حاکمیت کو قبول کرنا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں کفار کی پوری کوشش یہی ہو گی کہ وہ معاشرے سے اہل ایمان کا خاتمہ کریں یا انہیں دیوار سے لگائیں۔ اور چونکہ ایک مثالی قرآنی معاشرے کی تشکیل کے سلسلے میں الٰہی تعلیمات کی بنیاد میں یہ شامل ہے کہ اہل ایمان اپنے عقائد اور اصول دین کا تحفظ کریں۔ کیونکہ اس کی کامیابی اور سعادت کا دارومدار اس کے توحیدی عقیدے پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے کفار اور طاغوت کی ولایت اور حاکمیت کو تسلیم کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہ خدا اور اس کے دین کے مقابلے میں کھڑے ہونے والے ہیں۔ اور وہ اسلامی معاشرے کی سعادت اور کمال کی طرف حرکت کے مخالف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اہلِ ایمان کو کفار اور دشمنانِ خدا کی ولایت کو قبول کرنے سے منع فرمایا ہے:

يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوالا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَ عَدُوَّكُمْ أَوْلِياءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوا بِما جاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَ إِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهاداً فِي سَبِيلِي وَ ابْتِغاءَ مَرْضاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ أَنَا أَعْلَمُ بِما أَخْفَيْتُمْ وَ ما أَعْلَنْتُمْ وَ مَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَواءَ السَّبِيل(1:6)

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمنوں کو حامی نہ بناؤ، تم ان کی طرف محبت کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس کا وہ انکار کرتے ہیں اور وہ رسول کو اور تمہیں اس جرم میں جلاوطن کرتے ہیں کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے ہو، (ایسا نہ کرو) اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری خوشنودی حاصل کرنے کے لیے نکلے ہو۔ تم چھپ چھپ کر ان کی طرف محبت کا پیغام بھیجتے ہو؟ حالانکہ جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو، ان سب کو میں بہتر جانتا ہوں تم میں سے جو بھی ایسا کرے گا وہ راہ راست سے بہک گیا۔"

بے شک کفار کے پیچھے چلنا، اور ان پر اعتماد کرنا اور اپنے امور کے حوالے سے ان سے امید رکھنا مسلمانوں کی ایک لحاظ سے توہین اور ان کے وقار کے منافی ہے۔ حالانکہ اللہ نے صاحبانِ ایمان کو عزت اور شرف سے نوازا ہے تو ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے اس شرف اور عزت کو داؤپر لگائیں اور کفار کی دوستی پر بھروسہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم؛ سورہ مبارکہ نساء کی آیت 139 تا 144 میں اس اہم موضوع پر گفتگو فرمائی ہے اور مومنین کو کفار کی دوستی سے منع فرمایا ہے اور اس کام کو نفاق قرار دیا ہے۔ کفار کی اطاعت اور پیروی اس بات کا باعث بنتی ہے کہ اہلِ ایمان آہستہ آہستہ اپنے دین کی تعلیمات سے غافل ہو جائیں لہٰذا اللہ نے ان کے ساتھ دوستی کو فتنہ اور فساد قرار دیا ہے: وَ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِياءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَ فَسادٌ كَبِير (73:8) ترجمہ: "اور جنہوں نے کفر کیا ہے وہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں، اگر تم لوگ اس (دستور) پر عمل نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوگا۔"

چونکہ کلی طور پر ایک دوسرے کو دوست رکھنا ایسے امور میں سے ہے کہ کوئی بھی انسانی معاشرہ بالخصوص اسلامی معاشرہ کہ جو حق کی پیروی اور عدل الٰہی کے عام کرنے پر استوار ہے، اس سے خالی نہیں ہے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ کفار کہ جو ایسے معاشرے کے دشمن ہیں، اہل ایمان کی ان کی دوستی اس بات کا باعث بنتی ہے کہ معاشرے کے لوگ ان کے ساتھ گھل مل جائیں اور ان سے تعلقات استوار کریں۔ اور یوں کفار کے عقائد، اور اخلاق ان کے درمیان رائج ہو جائیں اور نتیجے میں باطل اور خواہشات نفسانی کی پیروی پر مشتمل کفار کے طور طریقے کہ جو درحقیقت شیطان کی پرستش کے مانند ہے؛ کے ذریعے حق پر مبنی اسلامی طور طریقہ مٹ جائے۔[16]

8۔ غلو

اسلامی معاشرے میں کو درپیش فکری اور اعتقادی چیلنجز میں سے ایک مذہبی شخصیات کے تقدس کے حوالے سے مبالغہ آرائی اور غلو ہے۔ پوری انسانی تاریخ میں مختلف ادیان و مذاہب اس مسئلے کا شکار رہے ہیں، اور دین کے پیروکاروں کی جانب سے کیے جانے والے غلو کی وجہ سے یہ ہمیشہ تحریف کے خطرے سے دوچار رہے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے اپنے دین میں غلو کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کو اس عمل سے منع فرمایا ہے:

قُلْ يا أَهْلَ الْكِتابِ لا تَغْلُوا في دينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَ لا تَتَّبِعُوا أَهْواءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَ أَضَلُّوا كَثيراً وَ ضَلُّوا عَنْ سَواءِ السَّبيلِ۔ (5:77) ترجمہ: ''کہہ دیجئے: اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق مبالغہ نہ کرو اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو پہلے ہی گمراہی میں مبتلا ہیں اور دوسرے بہت سے لوگوں کو بھی گمراہی میں ڈال چکے ہیں اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے ہیں۔''

وہ چونکہ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں غلو کا شکار تھے تو اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں نہ صرف انہیں آپ کے بارے میں غلو سے منع فرمایا بلکہ عیسی علیہ السلام کے حقیقی مقام سے انہیں آگاہ بھی فرمادیا۔ ارشاد ہے: يا أَهْلَ الْكِتابِ لا تَغْلُوا في دينِكُمْ وَ لا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلاَّ الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسيحُ عيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَ كَلِمَتُهُ أَلْقاها إِلى مَرْيَمَ وَ رُوحٌ مِنْهُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَ رُسُلِهِ وَ لا تَقُولُوا ثَلاثَةٌ انْتَهُوا خَيْراً لَكُمْ إِنَّمَا اللَّهُ إِلهٌ واحِدٌ سُبْحانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَهُ ما فِي السَّماواتِ وَ ما فِي الْأَرْضِ وَ كَفى بِاللَّهِ وَكيلاً (4:171) ترجمہ: ''اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو سے کام نہ لو اور اللہ کے بارے میں حق بات کے سوا کچھ نہ کہو، بے شک مسیح عیسیٰ بن مریم تو اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اللہ نے مریم تک پہنچادیا اور اس کی طرف سے وہ ایک روح ہیں، لہٰذا اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ اور یہ نہ کہو کہ تین ہیں اس سے باز آجاؤ اس میں تمہاری بہتری ہے، یقینا اللہ تو بس ایک ہی معبود ہے۔ اس کی ذات اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ آسمانوں اور زمین موجود ساری چیزیں اسی کی ہیں اور کارسازی کے لیے اللہ کافی ہے۔''

قرآن مجید کے مطابق، اہل کتاب کا اصل انحراف عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کا غلو آمیز عقیدہ ہے کیونکہ وہ انہیں خدا مانتے تھے۔ قرآن مجید نے یہود و نصاری دونوں کے غلو کی جانب بھی اشارہ فرمایا ہے، کیونکہ وہ لوگ اپنے انبیاء کی شان میں غلو سے کام لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس انحراف کی نشاندہی

کے ساتھ ساتھ عبودیت کے ذاتِ الٰہی میں منحصر ہونے کو واضح طور پر اعلان فرمایا ہے، ارشاد ہے: وَ قالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللهِ وَ قالَتِ النَّصارى الْمَسِيحُ ابْنُ اللهِ ذلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْواهِهِمْ يُضاهِؤُنَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قاتَلَهُمُ اللهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ. اتَّخَذُوا أَحْبارَهُمْ وَ رُهْبانَهُمْ أَرْباباً مِنْ دُونِ اللهِ وَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ ما أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلهاً واحِداً لا إِلهَ إِلَّا هُوَ سُبْحانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ (9: 30- 31)

ترجمہ: "اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں ان لوگوں کی باتوں کے مشابہ ہیں جو ان سے پہلے کافر ہو چکے ہیں، اللہ انہیں ہلاک کرے، یہ کدھر بہکتے پھرتے ہیں؟ انہوں نے اللہ کے علاوہ اپنے علماء اور راہبوں کو رب بنا لیا ہے اور مسیح بن مریم(ع) کو بھی، حالانکہ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ خدائے واحد کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ذات ان کے شرک سے پاک ہے۔"

اللہ کا دین عقیدہ توحید پر استوار ہے۔ صرف وہی کائنات کا خالق اور رب ہے اور کوئی بھی اس کی خدائی میں اس کا شریک نہیں ہے۔ لہٰذا تمام انبیاء، اولیاء اور اوصیاء اس کے بندے ہیں جو اللہ کی وحدانیت اور ربوبیت اور عبودیت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔ لہٰذا ان کے مقام اور مرتبے میں غلو کرتے ہوئے انہیں کسی بھی عنوان سے خدا کی خدائی میں شریک کرنا گمراہی ہے۔ آج اسلامی معاشرے کو بھی غالیانہ عقائد اور افکار کے چیلنج کا سامنا ہے جو در حقیقت قرآنی تعلیمات سے دوری کا نتیجہ ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام غالیوں کے بارے میں فرماتے ہیں: فان شر خلق الله يصغّرون عظمة الله و يدّعون الربوبية لعبادِ الله[17] یعنی: "غالی خدا کی مخلوقات میں بدترین لوگ ہیں کیونکہ وہ خدا کی عظمت کو گھٹاتے ہیں اور اللہ کے بندوں کے لیے ربوبیت کا دعوی کرتے ہیں۔"

غالی در حقیقت بندوں کو خدائی مقام دے کر خدا کی شان میں بدترین توہین کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے ائمہ اہل بیتؑ نے ہمیشہ ہی غالیانہ افکار و عقائد کی مذمت فرمائی ہے اور لوگوں کو ان سے بچ کر رہنے کی تلقین کی ہے۔ دوسری طرف غالی جن کے فضائل میں غلو کرتے ہیں اور انہیں خدا کے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں وہ در حقیقت غلو کے ذریعے ان ہستیوں کے مقام کو بڑھا نہیں رہے ہوتے بلکہ اپنے اس کام کے ذریعے ان کی عبودیت کے حقیقی مقام و مرتبے کو لوگوں سے چھپانے کے جرم کے مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں۔ جیسے رسول اللہ ﷺ اپنے بارے میں غلو کرنے والوں کو مخاطب قرار دے کر فرماتے ہیں: لَا تَرْفَعُونِي فَوْقَ حَقِّي فَإِنَّ اللهَ تَبارَكَ وَ تَعَالَى اتَّخَذَنِي عَبْداً قَبْلَ أَنْ يَتَّخِذَنِي نَبِيّاً[18]۔ یعنی: "مجھے میرے حق سے زیادہ مت بڑھاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنانے سے پہلے اپنا عبد قرار دیا ہے۔"

یعنی اس حدیث مبارکہ میں آپؐ گویا اپنی عبدیت کے مرتبے کو نبوت کے مرتبے سے مقدم قرار دے رہے ہیں۔
غلو کا ایک نقصان یہ بھی ہے جو لوگ مقدس شخصیات کے حقیقی مقام و مرتبے کو پہچان کر دین اسلام کی طرف رغبت پیدا کر سکتے تھے،ان کے لیے غلو کے عمل سے گویا یہ راستہ بند ہو جاتا ہے۔ لہٰذا قرآنی تعلیمات پر مشتمل مثالی معاشرے کی تشکیل کے لیے اس انحراف کا مقابلہ ضروری ہے اور مومنین پر لازم ہے کہ وہ آیات کریمہ، صحیح احادیث اور عقل سلیم کی روشنی میں صحیح عقائد کو پہچانیں اور ان پر ایمان رکھیں۔

9۔ توہم پرستی

قرآنی مثالی معاشرے کے قیام میں حائل ایک اور اہم فکری رکاوٹ توہم پرستی ہے۔ توہم پرستی انتہائی افسوسناک حد تک نہ صرف عام انسانی معاشرے میں پائی جاتی ہے بلکہ یہ اسلامی معاشرے کے اندر بھی بہت حد تک سرایت کر چکی ہے۔ توہم پرستی سے مراد واقعیت سے دور عقائد و افکار اور خرافات، فال گیری اور بے جا فکری میلانات ہیں کہ توہمات میں مبتلا لوگ اپنی کم علمی اور جہالت کی وجہ سے ان کو دین کے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔ اللہ نے انسان کو صاحبِ عقل بنایا ہے لیکن توہمات اور خرافات بے عقلی کی علامات ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت میں پائی جانے والی بعض خرافات اور توہمات کا تذکرہ فرماتے ہوئے ان کی مذمت فرمائی ہے: وَجَعَلُوا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْأَنْعَامِ نَصِيباً فَقَالُوا هٰذا لِلّٰہِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذا لِشُرَكَائِنا فَما كانَ لِشُرَكائِهِمْ فَلا يَصِلُ إِلَى اللّٰہِ وَ ما كانَ لِلّٰہِ فَهُوَ يَصِلُ إِلىٰ شُرَكائِهِمْ ساءَ ما يَحْكُمُون (6:136) ترجمہ: "اور یہ لوگ اللہ کی پیدا کردہ چیزوں مثلاً کھیتی اور چوپاؤں میں اللہ کا ایک حصہ مقرر کرتے ہیں اور اپنے زعم میں کہتے ہیں: یہ حصہ اللہ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں (بتوں) کا ہے تو جو (حصہ) ان کے شریکوں کے لئے (مخصوص) ہے وہ اللہ کو نہیں پہنچتا، مگر جو (حصہ) اللہ کے لئے (متعین) ہے وہ ان کے شریکوں کو پہنچ جاتا ہے، یہ لوگ کتنے برے فیصلے کرتے ہیں۔"

قرآن پاک انسان کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ ایسے غیر معقول اور جاہلانہ کاموں کے خلاف ڈٹ جانا چاہئے جو انسان کی پستی اور شقاوت کا سبب ہوں۔ توہمات اور خرافات پر بھروسہ کرنے سے انسان کی فکر منجمد ہو جاتی ہے اور پھر وہ صحیح راہ کے انتخاب میں ناکامی کا سامنا کرتا ہے۔ توہمات اور خرافات ایجاد کرنے والے عوام کی جہالت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو آہستہ آہستہ دین میں شامل کر دیتے ہیں اور پھر یہ بدعات کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اسلام عقل اور منطق کا دین ہے اس میں جاہلانہ رسومات اور توہم پرستی کی کوئی گنجائش نہیں ہے، لہٰذا قرآنی مثالی معاشرے کی تشکیل کے لیے معاشرے کو توہم پرستی سے بچانا ضروری ہے۔

10۔مذہبی یلغار

انسانی تاریخ میں انبیائے کرامؑ کو ہمیشہ شیطان صفت عناصر کی مخالفت اور دشمنی کا سامنا رہا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَ الْجِن (112:6)ترجمہ: ”اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے جن وانس کے شیطانوں کو دشمن قرار دیا ہے۔“

دین دشمن عناصر اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے اور نوجوانوں کو انحراف اور باطل کی طرف دھکیلنے کے لئے اسلامی معاشرے میں نت نئے طریقوں سے غیر اسلامی اور غیر اخلاقی کاموں کو فروغ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔انسانی تاریخ میں عام طور پر لوگوں کے اندر دینی جذبے کو کمزور کرنے کے لئے ان کے درمیان فسق و فجور، لہو و لعب اور عیش و عیاشی کو فروغ دینے کا حربہ نہایت کامیاب رہا ہے۔ جیسے اسلام دشمن عناصر اندلس میں[19] جب مسلمانوں کو عسکری طاقت کے ذریعے شکست نہیں دے سکے تو انہوں نے ان کے درمیان بدعنوانی اور فحاشی کو فروغ دے کر ان کے ایمان کو کمزور کیا اور جب وہ ان غیر اسلامی کاموں میں مصروف ہو کر دین سے غافل ہو گئے تو انہیں آسانی کے ساتھ شکست دے دی اور وہاں سے نکلنے پر مجبور کیا۔

بدعنوانی اور فحاشی کو فروغ دے کر دین کو نقصان پہنچانے کا یہ حربہ موجودہ دور میں بھی دوسرے ذرائع سے زیادہ کارآمد ہے اور دین دشمن عناصر اس سے اپنے مطلوبہ نتائج زیادہ آسانی کے ساتھ حاصل کر لیتے ہیں۔ماضی میں مواصلاتی ذرائع کی کمی کی وجہ سے ثقافتی یلغار کی شدت کم تھی تو موجودہ دور میں جدید سے جدید ٹیکنالوجی اور دیگر مواصلاتی ذرائع کی مدد سے اسلامی معاشرے پر اس میدان میں حملے ماضی کی نسبت ہزاروں گنا زیادہ ہیں۔آج فیشن کے نام پر اسلامی معاشرے میں بدحجابی اور اسراف و تبذیر کی عادت بڑھتی جارہی ہے اوریوں بہت سے لوگ قرآن کی تعلیمات سے دوری کی راہ پر گامزن ہیں۔آج ثقافتی یلغار کے نتیجے میں اسلامی معاشرے کے اندر موجود بہت سے نوجوان نادانستہ طور پر دشمن کے آلہء کار بن کر اپنے ہی معاشرے میں برائیوں کے فروغ میں ان کی مدد کرکے دین مخالف سرگرمیاں انجام دے رہے ہیں۔

دوسرے لفظوں میں اسلامی معاشرے میں فتنہ و فساد برپا کر رہے ہیں، جو اسلام کی جڑوں کو کاٹنے کے مترادف ہے اور یہ قتل و غارت گری سے بھی زیادہ سنگین جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: يَسْئَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللهِ وَ كُفْرٌ بِهِ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ إِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللهِ وَ الْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَ لا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا... (217:2) ترجمہ: ”لوگ آپ سے ماہ حرام میں لڑائی کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہدیجئے: اس میں لڑنا سنگین

برائی ہے، لیکن راہ خدا سے روکنا، اللہ سے کفر کرنا، مسجد الحرام کا راستہ روکنا اور حرم کے باشندوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک زیادہ سنگین جرم ہے اور فتنہ انگیزی تو خونریزی سے بھی بڑا گناہ ہے اور وہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان سے ہوسکے تو وہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں۔"

یہ سچ ہے کہ اس نوعیت کا حملہ، یعنی مذہبی اور ثقافتی حملہ، عسکری حملے سے کہیں زیادہ خطرناک اور جان لیوا ہے، کیونکہ عسکری حملے میں، جنگ کا اسلحہ نظر آتا ہے اور قابل شناخت بھی ہوتا ہے، نیز وہ اسلحہ انسانی جسم پر حملہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ ثقافتی حملہ خاموشی سے ہوتا ہے۔ اس جنگ میں انسان کی روح، ایمان اور اعتقاد کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اور خوبصورت اصطلاحات اور سلوگن کے پردے میں آہستہ آہستہ اپنے منصوبوں اور سازشوں کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے اور لوگوں کے ایمان کو کمزور کرکے انہیں بے ایمان بنایا جاتا ہے۔ اور لوگوں کے دلوں سے دینی غیرت و حمیت کا خاتمہ کیا جاتا ہے اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کے دلوں سے اسلام عملی طور پر نکل جاتا ہے اور دین صرف جمع خرچ بن کر رہ جاتا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو مذہبی اور ثقافتی حملوں کے مقابلے میں چوکنا رہنا چاہئے، اور قرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے مومنین کے عقائد کے تحفظ کو یقینی بنانا چاہیے۔

نتیجہ

کسی بھی معاشرے کی عملی بنیاد اس معاشرے کے لوگوں کے افکار اور عقائد پر استوار ہوتی ہے۔ لہٰذا جب تک اس معاشرے کے لوگوں کے افکار پاکیزہ نہیں ہوں گے وہاں اچھائیوں کا ظہور ممکن نہیں ہوگا۔ پس قرآنی تعلیمات پر مشتمل اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے بھی ضروری ہے کہ معاشرے میں لوگوں کے عقائد ہر طرح کے انحرافات سے پاک ہوں اور قرآنی آیات کی تعلیمات پر استوار ہوں۔ لہٰذا اس راہ میں جو مشکلات اور رکاوٹیں حائل ہوں پہلے ان کو پہچانا جائے، پھر معاشرے کو ان سے بچانے کی کوشش کی جائے۔ وگرنہ جس معاشرے میں اعتقادات متزلزل ہو جائیں، وہاں لوگوں سے عملی زندگی کے تمام مراحل میں اچھائیوں کے صدور کی توقع رکھنا بے جا ہے۔

سفارشات

اس تحقیق کے توسط سے یہ سفارشات پیش کی جاتی ہیں کہ معاشرے میں قرآنی تعلیمات کو عام کرنے کی خاطر انفرادی اور اجتماعی حتیٰ کہ ریاستی سطح پر بھی دروس قرآن کا اہتمام کیا جائے اور خاص طور پر اسلام کے بنیادی عقائد کے حوالے سے آیات کریمہ کی تعلیم کا خصوصی بندوبست کیا جائے۔ نیز معاشرے کو بدعتوں سے پاک رکھنے کی خاطر آگہی پروگرامز کا انعقاد کیا جائے اور اسلامی معاشرے کو غیر اسلامی ثقافتی یلغار سے بچانے کی خاطر ریاستی سطح

پر اقدامات کیے جائیں۔ میڈیا کے لئے اخلاقی اصول مرتب کیے جائیں اور ان پر عمل کو یقینی بنایا جائے۔ نیز محققین اسلامی معاشرے سے بدعتوں کے خاتمے اور دشمنوں کے ثقافتی یلغار کو روکنے کے لئے قرآن وسنت کی روشنی میں راہنما اصولوں پر جداگانہ تحقیقات انجام دیں اور انہیں عام افراد تک پہنچانے کا اہتمام کریں۔

* * * * *

References

---

1 . Makarim Nasir, Sherazi, *Tafsir e Namuna*, Vol 19, Translation: Syed Safdar Hussain Najafi, (Tehran, Darul Kutub Al-Islamiah, 1374AD), 527.

ناصر مکارم، شیرازی، *تفسیر نمونہ*، ج19، ترجمہ: سید صفدر حسین نجفی (تہران، دارالکتب السلامیہ، 1374ھ ش) 527۔

2. Mohsin Qiraati, *Tafsir e Noor*, Vol 2, (Tehran, Nashre Darshai az Quran, 1383AD), 172.

محسن، قرائتی، *تفسیر نور*، ج2 (تہران، نشر درسھائی از قرآن، 1383ھ ش)، 172۔

3. Mohsin Ali Najafi, *Al-Kothar fi Tafsiril Quran*, Ayat 25 from Sura Muhammad, (Android Application).

محسن علی، نجفی، *الکوثر فی تفسیر القرآن*، ذیل آیت 25 سورہ محمد، (اینڈرویڈ ایپلیکیشن)۔

4. Syeda Nusrat, Amin Isfehani, *Makhzan ul Erfan dr Tafsir e Quran*, Vol 13, (Tehran, Nashre Nehzate Zanan Musalman, 1361AD), 183.

سیدہ نصرت، امین اصفہانی، *مخزن العرفان در تفسیر قرآن*، ج13 (تہران، نشر نہضت زنان مسلمان، 1361ھ ش)، 183۔

5. Ali bin Muhammad, Laisi Wasti, *Uyoon Ahkam wa Al Mawaiz*, (Qom, Nashre Darul Hadith, 1376AD), 18.

علی بن محمد، لیثی واسطی، *عیون احکم والمواعظ* (قم، نشر دار الحدیث، 1376ھ ش)، 18۔

6۔ دیکھئے سورہ بقرہ آیت 8 اور بعد کی آیات۔

7۔ سورہ بقرہ، آیت 204. (وھو الد الخصام)

8. Hassan bin Muhammad, Delami, *Aalam al Din fi Sifat Al Momineen*, (Qom, Nashre Aalul Bait, 1408AH), 235.

حسن بن محمد، دیلمی، *اعلام الدین فی صفات المومنین* (قم، نشر آل البیت، 1408ھ ق)، 235۔

9۔ ورام بن ابی فراس، *مجموعۃ ورام*، ج2 (قم، نشر مکتبۃ فقیہ، 1410ھ ق)، 206۔

10. Ibne Hisham Himyari Maferi, *Al-Siratun Nabawiya*, Vol 2, (Beirut, Darul Marifat), 63-64.

11 ۔ ابن ہشام حمیری معافری، السیرۃ النبویۃ (لابن ہشام)، ج2 (بیروت، دار المعرفۃ، سن ندارد)، 63-64۔

12. Muhammad bin Ali, Karajeki, *Kanzul Fawaid*, Vol 1, (Qom, Nashre Dar Al Zakhayir, 1410AH), 350.

محمد بن علی، کراجکی، *کنز الفوائد*، ج1 (قم، نشر دار الذخائر، 1410ھ ق)، 350۔

13. Hassan bin Yousuf, Hilli, *Nahjul Haq wa Kashful Sidq*, (Beirut, Darul Labenani, 1982), 37.

حسن بن یوسف، حلی، *نہج الحق وکشف الصدق* (بیروت، دار اللبنانی، 1982)، 37۔

14. Abdul Wahid, Tamimi Amedi, *Gurar Al Hikam wa Durar Al Kalim*, (Qom, Darul Kutub Al Islamia, 1410AH), 419.

عبدالواحد، تمیمی آمدی، *غرر الحکم ودرر الکلم* (قم، دار الکتب الاسلامیہ، 1410ھ ق)، 419۔

15. Ahmed bin Ali, Tabrasi, *Al-Ehtijaj*, Vol 2, (Mashhad, Nashre Murtaza, 1403AH), 356.

احمد بن علی، طبرسی، *الاحتجاج*، ج2 (مشہد، نشر مرتضی، 1403ھ ق)، 356۔

16.. Muhammad Hussain, Tabatabai, *Tafsire Al-Mizan*, Vol 9, (Qom, Nashre Jamia Mudarrisin, 1417AH), 189.

محمد حسین، طباطبایی، *تفسیر المیزان*، ج9 (قم، نشر جامعہ مدرسین، 1417ھ ق)، 189۔

17. Rajab bin Muhammad, Hafiz Barsi, *Mashariq Anwarul Yaqin fi Asrar Amirul Mominin*, (Beirut, Nashre Aalami, 1422AH), 105.

رجب بن محمد، حافظ برسی، *مشارق انوار الیقین فی اسرار امیر المومنین* (بیروت، نشر اعلمی، 1422ھ ق)، 105۔

18. Muhammad bin Muhammad bin Ashas, *Al-Jafariat*, (Tehran, Nashre Maktaba Al-Nainavia), 181.

محمد بن محمد، ابن اشعث، *الجعفریات* (تہران، نشر مکتبۃ النینویہ، سن ندارد)، 181۔

19. Murtaza Mutahhari, *Majmua Aasar*, Vol 26, (Qom, Nashre Sadra), 75-78.

مرتضی، مطہری، *مجموعہ آثار*، ج26 (قم، نشر صدرا، سن ندارد)، 75-78۔